میں جب بیس سال کا تھا تو اس وقت مجھے اپنی ہی عمر کے ایک نوجوان سے تعارف ہوا۔ ہمارے درمیان دوستی و محبت کا رشتہ ایک عرصے تک استوار رہا لیکن اچانک اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ اس کی اس بے وفائی پر میرا خیال تھا کہ وہ اخلاقی لحاظ سے ایک گھٹیا شخص ہے اور اس کی فطرت ٹھیک نہیں۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے بعض دیگر حالات میں اس نے پاکیزگیٔ نفس اور عالی حوصلگی حاصل کر لی۔ اس نے میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور اپنے دین وملت کی خاطر اپنی جان قربان کر دی اور اسے شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ اس سے مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا کہ لوگ مکمل طور پر نہ شیطانی صفات کے حامل ہیں اور نہ ہی وہ فرشتے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ ان کے حالات کے مطابق نباہ کرتا رہے۔ کسی دوست سے تھوڑی سی تکلیف پہنچنے کی بنا پر بے وفائی نہ کرے اور اس تھوڑے سے زخم و دکھ کی وجہ سے قطع تعلق نہ کرلے جو بہت جلد ہی مندمل ہو جائے گا۔

مجھے زندگی نے یہ سبق بھی دیا ہے کہ لوگوں کی قسمتوں میں اپنے حجم وحقیقت سے زیادہ فرق نظر آتا ہے حالانکہ حقیقت میں ان کی خوشیاں اور رنج ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ہر ایک کی قسمت میں خوشیاں بھی ہیں اور رنج و غم بھی۔ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا عیال بڑا ہے اور مالی حالت بھی کمزور ہے۔ اسے دیکھنے والے کو قطعاً یہ گمان نہ ہوگا کہ وہ اپنی قسمت پر شاکی ہے۔ حالانکہ اس کا حال یہ ہے کہ ایک مشقت و تکلیف سے اس کی جان چھوٹتی ہے تو دوسری انتظار میں ہوتی ہے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ شخص اپنی قسمت پر اتنا ناخوش نہیں جتنا کہ اس کی ظاہری حالت سے مجھے محسوس ہوتا تھا۔ بلکہ وہ تو اس تنگدستی کا عادی بن چکا ہے اور اپنے آپ کو اس نے اس کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ اس طرح سے کہ اگر کبھی اچانک اسے کوئی نعمت وراحت ملتی تو اس کی وہ بڑی قدر کرتا اور بہت ہی خوش ہوتا، وہ اسی اس طرح لطف اندوز ہوتا جتنا اس نے پہلے رنج کا مزہ چکھا تھا۔ اس طرح وہ نعمت کو اللہ کا خصوصی احسان اور رنج وتکلیف کو معمول کی بات سمجھ کر قبول کرتا۔

مجھے ایک قابل اعتماد دوست نے بتایا کہ مصر کا ایک بہت بڑا سرمایہ دار، جو اپنے ملک کا بہت طاقتور آدمی تھا۔ مرتبہ ومقام، اثرورسوخ اور حکمرانوں کی قسمت کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے بھی وہ معروف تھا۔ یہ شخص اپنی بدقسمتی اور دکھ کا رونا روتے اکثر اوقات تنہا بیٹھ جاتا اور لوگوں سے آنکھیں بچا کر رات کے اندھیرے میں روتا رہتا۔

ایک ایسی خاتون کو میں جانتا ہوں جو ہمیشہ اپنی تنگدستی کا گلہ کرتی رہتی تھی۔ بعد میں اسے اپنے بھائی کا ترکہ ورثے میں ملا۔ اب وہ اس مال و دولت سے نالاں تھی کہ اسے کس مصرف میں لائے۔ اس بنا پر مجھے شرح صدر حاصل ہوا کہ لوگ رنج وتکلیف اور مسرت وراحت میں تقریباً برابر ہیں۔ بظاہر ان کے حالات میں جو فرق

نظر آتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں۔ لوگوں کے مابین زمین پر ان کے خیال سے بڑھ کر عدل و انصاف کے اصول کارفرما ہیں۔

مجھے زندگی نے یہ سبق بھی سکھایا ہے کہ میری کامیابی اپنے اوپر میرے اپنے اور لوگوں کے اعتماد کی مرہون منت ہے۔ خود اعتمادی مجھے کام کرنے پر ابھارتی ہے اور لوگوں کا اعتماد مجھے نتیجہ عمل پر اطمینان دلاتا ہے۔ اعتماد کا یہ توازن زندگی میں کامیابی کے لئے ضروری ہے۔

اگر خود اعتمادی اس مقدار سے بڑھ جائے تو یہ ایک ایسا دھوکہ ہوگا جو حقائق سے بے خبر کردے گا اور اگر لوگوں پر اعتماد اس حد تک تجاوز کر جائے کہ لوگوں ہی کی رائے اور خواہشات کے مطابق کوئی چلنا شروع کردے تو یہ ایسی کمزوری اور اضطراب ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آدمی دوسروں کا تابع مہمل بن کر رہ جائے گا اور اپنے آپ کو مکمل طور پر دوسروں کے سپرد کردے گا۔

اس توازن کا میں نے اپنے اندر اور اپنے ارد گرد جائزہ لیا تو مجھے محسوس ہوا کہ بہت سی چیزوں کے لئے یہ ایک نہایت ضروری عنصر ہے۔ اس کا وجود حقیقت پسندی میں بھی ضروری ہے اور تخیل پسندی میں بھی۔ اگر حقیقت پسندی ضروری حد سے تجاوز کر جائے تو یہ جمود اور تنگ نظری کی شکل اختیار کرے گی۔ اور اگر تخیل پسندی میں اضافہ ہو جائے تو یہ عدم استحکام اور حقائق سے دوری ہوگی۔ اسی طرح یہ توازن مادیت اور روحانیت میں بھی ضروری ہے اگر مادیت بڑھ جائے تو یہ جمود و حماقت اور زندگی کی بلند قدروں سے انحراف ہوگا۔ اور اگر روحانیت کے ساتھ اہتمام میں حد سے تجاوز ہو جائے تو یہ زندگی کے مادی حقائق کا سامنا کرنے سے گریز ہوگا۔ اسی طرح لوگوں سے میل جول اور عزلت و گوشہ نشینی میں بھی توازن ضروری ہے۔ لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے آدمی کی اپنی شخصیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے جب کہ بہت زیادہ عزلت و گوشہ نشینی بھی نقصان دہ ہے جس کی اپنی آفات ہیں۔

اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اعتدال و توازن کا اس بہترین انداز میں قائم رکھنا انسان کے لئے خاصا مشکل ہے۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک چیز میں افراط اور دوسری میں تفریط کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے۔

مجھے زندگی نے یہ سبق بھی سکھایا ہے کہ مستقبل سے ایک حد تک غفلت آدمی کو راحت و آرام بخشنے والی چیزوں میں سے ایک ہے۔ میں کسی چیز سے اتنا تنگ نہیں ہوتا جتنا کہ مستقبل کے بارے میں غیر ضروری طور پر سوچنے سے ہوتا ہے۔

یقیناً موت وہ پہلی حقیقت ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا وہی حتمی مستقبل ہے۔ لیکن انسان

(باقی ص ۳۴ پر)

ادبیات

جناب صوفی عبدالرب صاحب

اُمّتِ مُسلمہ سے رُوحِ ولی اللّٰہی کا خطاب

یہ دیکھ کیوں ہیں تعیّش کے میکدے آباد
نہ پوچھ مسجدِ غرناطہ کیوں ہوئی برباد

یہ دیکھ کس نے بھرا رُوپ آج غیروں کا
نہ پوچھ ذوق میں اسلامیوں کے کیا ہے فساد

یہ دیکھ رسم و رہِ خسروانِ دین کیا تھی
نہ پوچھ ٹوٹ گئی کیوں خلافتِ بغداد

یہ دیکھ سخت ہے کس درجہ بندِ لادینی
نہ پوچھ ہائے مسلمان ہوں گے کب آزاد!

یہ دیکھ کس نے محمّد سے بے وفائی کی
نہ پوچھ قومِ مسلمان ہے آج کیوں ناشاد

یہ دیکھ خوار سے مسلم ہے خوار تر کہ نہیں
نہ پوچھ تیز ہے کیوں لہجۂ لَبِالْمِرْصَاد

یہ دیکھ کون ہے مصداق حرفِ یَلْبِسَکُمْ
نہ پوچھ قہرِ خدا نے کسے کیا برباد

جو مٹ رہے ہیں رئیس اُن کی خوابگاہیں دیکھ
نہ پوچھ حشرِ طلسماتِ جنتِ شدّاد

نہ دل میں شوقِ اطاعت نہ ذوقِ ایمانی
ترے ہوس کی عمارت ہے سخت بے بنیاد

کدھر چلا ہے کدھر راہ ہے کہاں منزل
یہ تیرا وقت! یہ مشکل! یہ سعیٔ لاحاصل!

تری حقیقتِ ہستی ہے دانۂ اسپند
اگر ہو ضبطِ خلیلی تو شُعلہ دے نہ گزند

ہمالیہ سے گذر جائے حدِّ رفعت میں
وہ ذرّہ جس کے تب و تاب میں ہو عزم بلند

کمال جادۂ لا ترکنوا کی منزل ہے
سوال کر نہیں سکتا فقیرِ غیرت مند

زمین سے اپنی اُبھر کر بلند ہو جانا
بس اتنی بات کو کہتے ہیں رفعت الوند

حُسینؓ بن کے ہزاروں حُسین پیدا کر!
اگر یزید کی بیعت تجھے نہیں ہے پسند

منیٰ میں آج بھی لگتی ہے چوٹ سی دل پر
کہ یاد آتے ہیں بے طرح وہ اَبّ و فرزند

یہ بات ہوتی ہے پختہ یقین سے پیدا
کہ ناز دیکھ کے دل ہو نیاز کا پابند

توانگری پہ صوابِ عمل نہیں موقوف
خدا سے روٹھ کے تقدیر کا گلہ تا چند